

صحابہ کرام ﷺ کا اسلوب دعوت

(۲)

مصعب بن عمیر کا اہل مدینہ کے لیے بطور مبلغ تقرر

۱۱ نبویؐ میں بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد اہل مدینہ نے ایک تربیت یافتہ معلم کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے بارگاہ

رسالت میں عرض کیا:

ابعث الینا رجلا یفقهنا فی الدین ویقرئنا
القرآن (۴۷)

” (یا رسول اللہ ﷺ) ہمارے ساتھ کسی ایسے آدمی کو
بھیجیں جو ہمیں دین سکھائے اور قرآن پڑھائے“

چنانچہ ابن اسحاق کی روایت ہے:

فلما انصرف عنہ القوم، بعث رسول
اللہ ﷺ معہم مصعب بن عمیر وأمرہ
ان یقرئہم القرآن، ویعلمہم
الاسلام، ویفقیہہم فی الدین (۴۸)

”جب انصار بیعت کے بعد واپس پلٹے تو رسول
اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر کو روانہ فرمایا
اور ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو قرآن پڑھائیں، اسلام کی
تعلیم دیں اور دین کی بصیرت اور صحیح سمجھ پیدا کریں“

سرزمین مدینہ کو دارالہجرت کا شرف حاصل ہونے والا تھا اور یہ ایسی سرزمین تھی جسے جلد ہی مرکز اسلام بننا تھا
اس لیے ضرورت اس امر کی تھی کہ مدینہ کی سرزمین میں دعوت کا کام منظم انداز میں کیا جائے تاکہ ہجرت عامہ سے
سرزمین مدینہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کے لیے ایک محفوظ اور مضبوط پناہ گاہ کا کام دے سکے۔ چنانچہ جب انصار مدینہ نے
ایک معلم ہمراہ بھیجنے کی درخواست کی تو رسول اللہ ﷺ کی نگاہ انتخاب حضرت مصعب بن عمیر پر پڑی جو ہجرت حبشہ کے
کٹھن مراحل سے گزر کر کندن بن چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ان جاں نثاروں میں سے تھے جو اسلام کی خاطر ہر
مصیبت کا سامنا بڑی خندہ پیشانی سے کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ نیز رسول اکرم ﷺ کو ان کے متعلق یہ اعتقاد بھی تھا کہ

وہ دعوت کے ہر اسلوب سے واقفیت رکھنے والوں میں سے ہیں اور مخاطب کو متاثر کرنے کا ہر ڈھنگ جانتے ہیں۔
 پروفیسرٹی۔ ڈبلیو۔ آرئلڈ لکھتے ہیں:

”یہ نوجوان مومنین اولین میں سے تھے اور ابھی ابھی حبشہ سے واپس آئے تھے، اس وجہ سے ان کو بہت کچھ تجربہ حاصل تھا۔ انہوں نے اعدائے دین کے ہاتھوں جو ظلم و ستم برداشت کیے تھے، اس سے ان میں نہ صرف متانت اور سنجیدگی پیدا ہو گئی تھی بلکہ انہوں نے یہ بھی سیکھ لیا تھا کہ ظلم و تعدی کا کس طرح مقابلہ کرنا چاہیے اور ان لوگوں کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے جو اسلام کی تعلیم کو سمجھے بغیر اسے مطعون کرتے ہیں۔ لہذا رسول اکرم ﷺ نے کامل بھروسے کے ساتھ نو مسلموں کی تعلیم و تربیت اور یشرب کی سر زمین میں نخل اسلام کی آبیاری کا مشکل کام مصعب بن عمیر کے سپرد فرما دیا“۔ (۴۹)

پروفیسر یسین مظہر صدیقی حضرت مصعب بن عمیر کے تقرر کی حکمت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
 ”کبار صحابہ اور سابقین اولین میں سے حضرت مصعب بن عمیر عبد ری کا انتخاب ظاہر ہے کہ ان کی سبقت اسلام اور شخصی وجاہت کے سبب نہیں ہوا تھا۔ وہ یقیناً سابق صحابی تھے اور انہوں نے اسلام کے لیے بڑی قربانیاں دی تھیں۔ لیکن ان سے کہیں زیادہ سبقت اور قربانی کا شرف رکھنے والے صحابہ موجود تھے۔ ان کا انتخاب محض اس بنا پر کیا گیا تھا کہ وہ مجموعی اعتبار سے اس منصب گرامی کے لیے موزوں ترین تھے۔ وہ پاسداران کعبہ کے خاندان کے ایک متمول خانوادہ عبدالدار کے فرد ہونے کے علاوہ اسلام کے وفادار و جاں نثار، ثابت قدم اور ٹھنڈے مزاج کے شخص تھے جو اسلام کا پیکر و نواز ہونے کا دعویٰ کر سکتے تھے۔ ان کی یہی مجموعی صفات حمیدہ تھیں جنہوں نے ایک مختصر عرصہ میں اسلام کے قدم مدینہ منورہ میں مضبوطی سے جما کر ہجرت کی راہ ہموار کر دی“ (۵۰)

مصعب بن عمیر کی دعوتی سرگرمیاں اور اسلوب دعوت

حضرت مصعب بن عمیر مدینہ پہنچ کر حضرت اسعد بن زرارہ کے مکان پر فروکش ہو گئے اور گھر گھر پھر کر تعلیم قرآن اور اشاعت اسلام کی خدمت انجام دینے لگے۔ اس طرح رفتہ رفتہ جب کلمہ گولوگوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی تو نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ان کو کبھی حضرت اسعد بن زرارہ کے مکان پر اور کبھی بنی ظفر کے ہاں جمع کیا کرتے۔ ایک روز مصعب بن عمیر حسب معمول بنی ظفر کے ہاں چند مسلمانوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ قبیلہ بنی عبداللہ شہل کے سردار اسعد بن معاذ نے اپنے رفیق اسید بن حنیر سے کہا کہ اس داعی اسلام کو اپنے محلہ سے نکال دو جو یہاں آ کر ہمارے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اگر اسعد بن زرارہ سے مجھ کو رشتہ داری کا تعلق نہ ہوتا (سعد بن معاذ حضرت اسعد بن زرارہ کے خالہ زاد بھائی تھے) تو میں تم کو اس کی تکلیف نہ دیتا۔ یہ سن کر اسید بن حنیر نے نیزہ اٹھایا اور

حضرت مصعبؓ بن عمیر اور اسعد بن زرارہ کے پاس آ کر ان کو خوب گالیاں دیں اور پھر انتہائی درشت لہجہ میں کہا:
 ”تمہیں یہاں آنے کی کیسے جرأت ہوئی؟ تم ہمارے کمزور اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرتے
 ہو۔ اگر تم کو اپنی جائیں عزیز ہیں تو یہاں سے چلے جاؤ۔“

اس قدر ناروا اور درشت گفتگو کے باوجود حضرت مصعبؓ بن عمیر نے بڑی نرمی سے فرمایا:

”آپ تشریف تو رکھیں اور ہماری بات سنیں۔ اگر کوئی بات معقول اور آپ کی مرضی کے مطابق ہو
 تو قبول کر لیجیے گا اور اگر ہماری بات آپ کو پسند نہ آئے تو ہم خود یہاں سے چلے جائیں گے۔“

اسید بن حفیر نے کہا: تم نے انصاف کی بات کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور ان کی
 بات کو غور سے سننے لگے۔ چنانچہ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے قرآن مجید کی چند آیات تلاوت کیں اور پھر اسلام کے
 عقائد و محاسن کو اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا کہ تھوڑی ہی دیر میں اسید بن حفیر کا دل نور ایمان سے چمک اٹھا اور بے
 تاب ہو کر کہنے لگے! کیسا اچھا مذہب ہے اور کیسی بہتر ہدایت ہے۔ اس مذہب میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟
 حضرت مصعبؓ نے فرمایا:

”غسل کیجیے، پاک صاف ہو جائیے، کپڑے بھی پاک صاف کر لیجیے اور اس کے بعد حق کی گواہی

دیتے اور نماز ادا کیجیے۔“

چنانچہ اسید کھڑے ہو گئے، غسل کیا، کپڑے پاک کیے، کلمہ تو حید پڑھا اور پھر دو رکعت نماز پڑھ کر کہنے لگے
 میرے پیچھے ایک شخص ہے، اگر اس نے بھی تمہاری پیروی کر لی تو اس کے بعد اس کی قوم سے کوئی فرد اسلام سے باہر نہ
 رہے گا۔ میں ابھی اس کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں، وہ سعد بن معاذ ہے۔ پھر اپنا نیزہ لیا اور سعد اور ان کی قوم کی جانب
 واپس گئے۔ وہ لوگ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب سعد بن معاذ نے انہیں آتے دیکھا تو کہا! میں اللہ کی قسم کھاتا
 ہوں کہ اسید جس حالت میں گیا تھا، اس سے بالکل جدا حالت میں واپس آ رہا ہے۔ جب وہ آ کر مجلس میں کھڑے
 ہو گئے تو سعد نے پوچھا: تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا: ان دونوں سے گفتگو کی۔ واللہ مجھے ان دونوں سے کوئی خطرہ
 محسوس نہیں ہوا اور میں نے انہیں منع بھی کر دیا ہے اور دونوں نے اقرار کیا ہے کہ جیسا تم پسند کرو، ہم ویسا ہی
 کریں گے۔ البتہ مجھے خبر ملی ہے کہ بنی حارثہ، اسعد بن زرارہ کو قتل کر کے تمہیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ جانتے
 ہیں کہ وہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے۔ چنانچہ سعد بن معاذ غصے سے بھرے ہوئے بڑی تیزی سے اٹھے کہ کہیں بنی حارثہ ان
 کو واقعاً قتل ہی نہ کر دیں، پھر ان کے ہاتھ سے نیزہ لیا اور تیزی سے ان دونوں کی طرف گئے۔ سعد بن معاذ نے دیکھا
 کہ وہاں حالات بالکل ٹھیک ہیں تو وہ سمجھ گئے کہ اسید نے یہ جیلہ فقط اس لیے کیا ہے تاکہ مجھے ان لوگوں کی باتیں سنوائی
 جائیں۔ چنانچہ انہوں نے جاتے ہی ان کو گالیاں دینا شروع کر دیں اور اسعد بن زرارہ سے کہا:

”اے ابوامامہ! سنو! اگر تمہارے اور میرے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو تمہیں یہ جرأت قطعاً نہ ہوتی کہ تم ہمارے محلہ میں آ کر ایسی باتیں کرتے جنہیں ہم ناپسند کرتے ہیں۔“

حضرت مصعبؓ بن عمیر نے ان کی گفتگو اور گالی گلوچ کو بڑے تحمل کے ساتھ سنا اور بڑی نرمی سے کہا: کیا آپ تشریف رکھ کر ہماری کچھ بات بھی سنیں گے؟ اگر کوئی بات آپ کی مرضی کے مطابق ہو اور آپ کو پسند آئے تو اسے قبول کر لیجیے گا اور اگر اسے ناپسند کریں تو ناپسندیدہ بات کو آپ سے دور کر دیا جائے گا۔ سعد بن معاذ نے کہا: تم نے انصاف کی بات کہی۔ اس کے بعد اپنا نیزہ گاڑ کر ان کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر حضرت مصعبؓ بن عمیر نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور ان کو قرآن پڑھ کر سنایا اور اسلام کا نقشہ کچھ اس انداز میں پیش کیا کہ وہ فوراً ہی مسلمان ہو گئے اور جوش میں بھرے ہوئے اپنے قبیلہ اور قوم کی طرف آئے۔ حضرت اسید بن خنیر بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔

جب ان کی قوم بنی عبدالاشہل نے انہیں آتے دیکھا تو کہنے لگے: اللہ کی قسم سعد بن معاذ بالکل مختلف انداز میں تمہاری طرف لوٹ رہے ہیں۔ جب وہ قوم کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے تو کہا: اے بنی عبدالاشہل! تم اپنے درمیان مجھے کیا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا، آپ ہمارے سردار، ہم سب سے زیادہ خوش پیش پرور، بہترین رائے والے اور بڑی عقل والے ہیں۔ انہوں نے کہا، تو تمہارے مردوں اور عورتوں سے بات کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لاؤ اور پھر شام ہونے سے پہلے پہلے قبیلہ بنی عبدالاشہل نے حضرت سعد بن معاذ کے زیر اثر اسلام قبول کر لیا۔ (۵۱)

حضرت مصعبؓ بن عمیر کا رسول اللہ ﷺ سے مسلسل رابطہ تھا اور آپؐ نبوی ہدایت کے مطابق ہی تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ چنانچہ ایک دن ان کو رسول اللہ ﷺ کا خط موصول ہوا کہ وہ یہود کے ہفتہ وار اجتماع کے مقابلے میں جمعہ کے دن زوال کے بعد مسلمانوں کو جمع کریں اور ان کو دو رکعت نماز پڑھائیں:

امابعد! فانظر اليوم الذى تجهر فيه اليهود بالزبور لسبتهم، فاجمعوا نساءكم وابتاءكم

فاذا مال النهار عن شطره عند الزوال من يوم الجمعة فتقرّوا الى الله بركعتين (۵۲)

حضرت مصعبؓ بن عمیر کو رسول اللہ ﷺ نے ۱۱ نبوی میں بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد اہل مدینہ کے ہمراہ دعوت و تبلیغ کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر مدینہ میں کم و بیش ایک سال تک مقیم رہے اور اگلے سال ۱۲ نبوی میں بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر بہتر انصاری صحابہ کے ہمراہ مکہ واپس لوٹ آئے۔ اس دوران آپؐ نے مدینہ میں دعوت و تبلیغ کا کام اتنے احسن انداز میں کیا کہ اوس و خزرج کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور ہر طرف اسلام اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہونے لگا۔ مختصر وقت میں دعوت کے میدان میں اتنی بڑی اور اہم کامیابی کی بڑی وجہ وہ اسلوب دعوت ہے جس کی بنا پر آپ نے اہل مدینہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ ذیل کی سطور میں آپؐ کے اسلوب دعوت کے اہم نکات کا اختصار

_____ ماہنامہ الشریعہ (۸) جنوری ۲۰۰۳ء _____

کے ساتھ ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر اسلام کی دعوت لے کر خود کوچہ کوچہ اور گلی گلی گئے اور یہ انتظار نہیں فرمایا کہ لوگ خود چل کر ان کے پاس آئیں بلکہ آپؓ مختلف محلوں میں تشریف لے جاتے اور لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچاتے۔
۲۔ آپؓ نے دعوت و تبلیغ کا کام محض اللہ و رسول ﷺ کی رضا کی خاطر کیا۔ آپؓ کے اس خلوص اور اللہیت کی بنا پر بھی لوگ متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے۔

۳۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر کے طریق دعوت کی ایک اہم خصوصیت دعوت بالقرآن بھی ہے۔ جیسا کہ آپؓ نے اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ کے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی تو دونوں حضرات قرآن کی تعلیمات اور اس کے اسلوب بیان سے متاثر ہو کر اسلام لے آئے۔ اسیدؓ بن حضیر نے قرآن سنا تو بول اٹھے، کیسا اچھا مذہب ہے اور کیسی بہتر ہدایت ہے۔

۴۔ اگر مخاطب سے ایسے انداز میں بات کی جائے جو براہ راست دل اور عقل کو متاثر کرنے والی ہو تو داعی کے لیے اپنا کام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ کی دھمکیوں اور گالیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑی معقول اور متاثر کرنے والی بات کہی، یعنی ان سے فرمایا: آپ تشریف رکھیں اور ہماری بات سنیں، اگر کوئی بات معقول اور آپ کی پسند کے مطابق ہو تو قبول کر لیجیے گا اور اگر ہماری بات آپ کو پسند نہ آئے تو ہم خود یہاں سے چلے جائیں گے۔ آپؓ نے اس انداز سے درحقیقت اپنے مخاطبین کی عقل اور دل کو متاثر کرنے میں کامیابی حاصل کر لی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی عملی زندگی میں توت محر کہ اس کا دل اور عقل ہی ہے۔ لہذا اگر داعی دل اور عقل کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائے تو وہ یقینی طور پر اپنے مخاطب کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب حضرت مصعبؓ بن عمیر نے یہ بات کہی تو دونوں سرداروں کا ایک ہی جواب تھا: ”تم نے انصاف کی بات کہی ہے“۔ چنانچہ اس کے بعد دونوں وہاں سے اسلام قبول کر کے ہی اٹھے۔

۵۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے دعوت و تبلیغ میں نرمی اور تحمل مزاجی کے اسلوب کو اختیار فرمایا جس کی بناء پر اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ جیسے درشت مزاج لوگوں کو بھی حلقہ بگوش اسلام کرنے میں کامیابی حاصل کر لی اور اس کے نتیجے میں بالآخر سعدؓ بن معاذ نے اپنے پورے قبیلے کو بھی مسلمان بنا لیا۔

قبل از ہجرت مدینہ میں نقباء اور انصار صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیاں

دعوت و تبلیغ کے حوالے سے مکی اور مدنی دور ایک دوسرے سے مربوط نظر آتے ہیں۔ مکی دور کے آخری ایام میں کفار مکہ کی طرف سے مخالفت اور عداوت اس قدر بڑھ گئی کہ اب آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے لیے مکہ مکرمہ میں رہنا

اور دعوت و تبلیغ کے کام کو جاری رکھنا ناممکن ہو گیا۔ علاوہ ازیں تیرہ سالہ کی دور سے حاصل شدہ کامیابیوں کو کسی منطقی انجام سے ہمکنار کرنے کے لیے اسلام کو ایک مرکز کی اشد ضرورت تھی جہاں مسلمان اسلام کو ایک ضابطہ حیات کے طور پر اپنائیں۔

انصار میں اسلام کی ابتدا

اس کی بظاہر یہ صورت پیدا ہوئی کہ انہوں نے انہوں نے جب رسول اللہ ﷺ مختلف قبیلوں کی خیمہ گاہوں پر دعوت و تبلیغ کی غرض سے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ ﷺ کا گزر یثرب (مدینہ) سے آئے ہوئے بنو خزرج کے چھ خوش نصیب افراد پر بھی ہوا۔ آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی، قرآن سنایا اور انہیں ایمان لانے کے فوائد سے آگاہ کیا۔ ان لوگوں نے یثرب کے یہود سے نبی آخر الزماں ﷺ کے متعلق سن رکھا تھا، اس لیے انہوں نے دیکھتے ہی آپ ﷺ کو پہچان لیا اور ایمان لے آئے۔ اس وفد میں اسعد بن زرارہ، عوف بن الحارث، رافع بن مالک بن عجلان، قطبہ بن عامر، عقبہ بن عامر اور جابر بن عبد اللہ بن رباب تھے۔ (۵۳)

قبول اسلام کے بعد ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس وعدہ کے ساتھ اجازت لی کہ اگلے سال پھر اسی موسم میں اسی مقام پر ملیں گے، نیز آپ ﷺ کی دعوت کو آگے پہنچائیں گے۔ ابن ہشام کا بیان ہے:

فلما قدموا المدينة الى قومهم
ذكروا لهم رسول الله ﷺ
ودعوهم الى الاسلام حتى فشا فيهم
، فلم يبق دار من دور الانصار الا وفيها
ذكر من رسول الله ﷺ (۵۴)

”جب یہ لوگ اپنی قوم کے پاس مدینہ پہنچے، تو ان سے رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی، یہاں تک کہ ان میں بھی اسلام پھیل گیا اور انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر ایسا نہ رہا، جس میں رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ نہ ہو رہا ہو۔“

بیعت عقبہ اولیٰ (۱۱ نبوی)

آئندہ سال یہ لوگ حسب وعدہ مزید چھ افراد معاذ بن حارث بن رفاعہ، ذکوان بن قیس، عبادہ بن صامت، یزید بن ثعلبہ، عباس بن فضلہ اور عویم بن ساعدہ کے ساتھ آئے۔ رات کے وقت رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی۔ حضرت عبادہ بن صامت کا بیان ہے:

كنت فيمن حضر العقبة الاولى، وكنا اثني عشر رجلا، فبايعنا رسول الله ﷺ علي
”میں ان لوگوں میں سے تھا جو بیعت عقبہ اولیٰ کے موقع پر حاضر تھے۔ ہم بارہ آدمی تھے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ

سے عورتوں جیسی بیعت کی، یہ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، چوری نہ کریں گے، زنا نہ کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے، جھوٹا الزام نہیں لگائیں گے، اور آپ ﷺ کی نیکی کے کاموں میں مخالفت اور نافرمانی نہ کریں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے اس عہد کو پورا کیا تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر تم نے بددیانتی کی تو تمہارا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ چاہے تو تمہیں سزا دے اور چاہے تو معاف فرمادے۔“

بيعة النساء على ان لا نشرك بالله
شيئا، ولا نسرق، ولا ننزى، ولا نقتل
اولادنا، ولا نأتى بهتان نفترية بين
ايدينا وارجلنا، ولا نعصيه في معروف،
فان وفيتم فلکم الجنة، وان غشيتم من
ذالك شيئا فأمرکم الى الله ان شاء
عذبکم وان شاء غفر لکم (۵۵)

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب یہ لوگ وہاں سے واپس ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعبؓ بن عمیر کو بھیجا اور انہیں حکم دیا ”ان لوگوں کو قرآن پڑھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ اسی لیے مصعبؓ بن عمیر کا نام ”مقرئ المدينة“ پڑ گیا تھا۔“ (۵۶)

ابن تیم کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مصعبؓ بن عمیر کے ساتھ ایک دوسرے صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو بھی بھیجا۔ یہ دونوں ابوامامہ اسعدؓ بن زرارہ کے ہاں ٹھہرے۔ لوگوں کی کثیر تعداد نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ بھی اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھے (۵۷) چنانچہ سعدؓ بن معاذ کے اثر سے بنی عبد الاشہل اور اسیدؓ بن حضیر کے اثر سے تمام قبیلہ اوس نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت براءؓ بن عازب کا بیان ہے:

”سب سے اول جو ہمارے پاس آئے وہ مصعبؓ
بن عمیر اور ابن ام مکتومؓ تھے۔ یہ دونوں لوگوں کو
قرآن کی تعلیم دیتے تھے“

اول من قدم علينا مصعب بن عمير
وابن ام مکتومؓ وكانوا يقرؤن الناس.
(۵۸)

جب مدینہ میں اسلام پوری طرح پھیل گیا تو حضرت مصعبؓ بن عمیر واپس مکہ تشریف لے آئے۔

بیعت عقبہ ثانیہ (۱۲ نبوی)

اگلے سال بہتر انصاری مسلمان موسم حج میں مکہ آئے اور رسول اللہ ﷺ سے بمقام عقبہ چھپ کر ملاقات کی۔ آپ ﷺ نے اس گروہ میں سے بارہ افراد کا بطور نقیب انتخاب فرمایا جن کے نام خود انصار نے پیش کیے تھے۔ ان میں نو کا تعلق قبیلہ خزرج سے اور تین کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ ناموں کی تفصیل یہ ہے: قبیلہ خزرج سے اسعدؓ بن زرارہ،

سعد بن ربیع، عبداللہ بن رواحہ، رافع بن مالک، براء بن معرور، عبداللہ بن عمرو بن حرام، عبادہ بن الصامت، سعد بن عبادہ، المنذر بن عمرو بن حنیس۔ اور قبیلہ اوس سے اسید بن خنیز، سعد بن خثیمہ، رفاعہ بن عبدالمنذر ☆ (۵۹)

رسول اللہ ﷺ نے نقیب کو مقرر کرتے وقت اپنے قبائل میں ان کے اثر و رسوخ اور مقام و مرتبہ کو پیش نظر رکھا۔ اس کے علاوہ یہ افراد اپنے ذاتی خصائل اور تقدم ایمانی کی وجہ سے بھی یقینی طور پر اس ذمہ داری کے اہل تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعت عقبہ ثانیہ میں انصار کے نمائندہ افراد سے یہ عہد لیا:

”تم چستی اور سستی ہر حال میں میری بات سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرو، اور تنگی اور خوشحالی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر، اور نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے پر، اور اس بات پر کہ حق بات کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی پروا نہ کرو گے، اور اس بات پر کہ جب میں یشرب آؤں تو تم میری مدد کرو گے اور تم میری ان تمام چیزوں سے حفاظت کرو گے جن سے تم اپنی جانوں، بیویوں اور اولاد کی حفاظت کرتے ہو۔ اس کے بدلے میں تمہارے لیے جنت ہے۔“

تبا يعونى على السمع والطاعة فى النشاط والكسل ، وعلى النفقة فى العسر واليسر ، وعلى الامر بالمعروف والنهى عن المنكر ، وعلى ان تقولوا فى الله لا تأخذكم فيه لومة لائم ، وعلى ان تنصرونى اذا قدمت يثرب ، فتمنعونى مما تمنعون منه انفسكم وازواجكم وابنائكم ولكم الجنة . (۶۰)

رسول اللہ ﷺ نے ان تمام پر حضرت اسعد بن زرارہ کو، جو قبیلہ خزرج کی شاخ بنو نجار سے تھے، ”نقیب

النقیب“ ☆☆ مقرر فرمایا۔ (۶۱)

☆ ابن سعد کی روایت میں رفاعہ بن عبدالمنذر کے بجائے ابوالہیثم بن تہیان کا نام ملتا ہے۔ (ابن سعد، ذکر العقبة الاولى،

(۲۴۰/۱)

☆☆ صاحب تاج العروس نے نقیب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

”النقیب شاهد القوم وراس هم یفتش احوالهم و یعرفها..... وقیل النقیب رئیس

الاکبر“ (الزیبیدی، محمد بن محمد الحسینی، ”تاج العروس“، فصل النون من الباب

الباء، ”نقب“ ۴۹۲/۱، دار الفکر، بیروت)

”نقیب قوم کا شاہد و سردار ہوتا ہے۔ اس لیے وہ قوم کے حالات کی چھان بین کرتا ہے اور ان کے حالات سے

حکومت کو باخبر رکھتا ہے۔۔۔۔۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نقیب بڑا سردار ہوتا ہے۔

نقیب کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

———— ماہنامہ الشریعہ (۱۲) جنوری ۲۰۰۳ء ————

جہاں تک ان نقباء کے فرائض کا تعلق ہے، رسول اللہ ﷺ نے ہیجرت عقبہ ثانیہ کے موقع پر نقیبوں کو ان کے فرائض سے اس طرح آگاہ فرمایا:

”تم اپنی قوم کے معاملات کے اس طرح ذمہ دار ہو
 انتم علی قومکم بما فیہم کفلاء
 جس طرح عیسیٰ بن مریم کے حواری ذمہ دار تھے۔
 ککفالة الحواریین لعیسیٰ بن مریم،
 اور میں بھی اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں۔ لوگوں نے
 وانا کفیل علی قومی، قالوا: نعم (۶۲)
 اقرار کیا کہ ٹھیک ہے۔“

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے معاشرتی اور سیاسی معاملات کی ذمہ داریاں ان نقیبوں کو سونپی گئی تھیں۔ لیکن سب سے اہم فریضہ جو یہ نقباء انجام دیتے تھے، وہ تربیت اور تہذیب نفس کا فریضہ تھا۔ یہ لوگ اپنے حلقہ اثر میں لوگوں کی اخلاقی تربیت اور تزکیہ نفس کے لیے بھرپور جدوجہد کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ، جو ان بارہ نقیبوں میں سے ہی ایک تھے، کی تربیتی مجلس مؤرخین کے ہاں ”مجالس ایمان“ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ کے انداز تربیت کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ وہ جب مجھ سے ملتے تو بہت شفقت کے ساتھ میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرماتے:

”میرے عزیز عویمر! آؤ تھوڑی دیر بیٹھ کر ایمان تازہ
 یا عویمر! اجلس فلنؤمن ساعة
 کریں، پس ہم اللہ کا ذکر کرتے پھر وہ فرماتے: اے
 فنذکر اللہ ماشاء ثم یقول: یا عویمر!
 عویمر! یہ ایمان کی مجالس ہیں۔“
 هذه مجالس الایمان (۶۳)

حضرت اسعد بن زرارہ نے اپنے آپ کو دعوت و تبلیغ کے لیے وقف کر دیا۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں اشاعت اسلام اور دعوت و ارشاد کا کام بڑی جدوجہد، انتہائی خلوص اور جذبہ کے ساتھ کیا، انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ مدینہ

”وانما قیل للنقیب للنقیب لانه یعلم دخلیة امر القوم ویعرف منا قیہم و هو الطریق الی

معرفة امور ہم“ (ایضاً)

”نقیب کو نقیب اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ قوم کے اندرونی حالات سے آگاہ ہوتا ہے۔ ان کی خوبیوں اور

صلاحتوں سے (حکومت) کو متعارف کراتا ہے اور قوموں کے حالات کو سمجھنے کا یہی طریقہ ہے“

نقباء کا ذکر ہمیں سابقہ اقوام میں بھی ملتا ہے۔ قرآن حکیم نے بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے عہد میں نقیبوں کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا (المائدہ، ۱۲:۵)

”اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ نقیب مقرر کیے“

_____ ماہنامہ الشریعہ (۱۳) جنوری ۲۰۰۳ء _____

منورہ میں اسلام بہت تیزی کے ساتھ پھیل گیا۔ ابن ہشام کی روایت ہے کہ مدینہ میں جمعہ کا اہتمام بھی انہیں کے زیر نگرانی تھا اور وہی اس کے بانیوں میں سے تھے۔ (۶۴)

رافع بن مالک بن عجلان بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ میں شامل تھے۔ یہ ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ ہی میں رہتے تھے یہ پہلے شخص تھے جو مدینہ میں سورہ یوسف لے کر آئے۔ جب سورہ طہ نازل ہوئی تو انہوں نے اس سورت کو لکھا اور مدینہ لے آئے اور پھر بنی زریق کو اس کی تعلیم دی۔ (۶۵)

ابن اثیر انصار کی ہمہ گیر اور بھرپور دعوتی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلما قدموا المدينة ذكروا لقومهم
الاسلام ودعوههم اليه ففشا فيهم فلم
تبق دار من دور الانصار الا وفيها ذكر
من رسول الله ﷺ. (۶۶)

”جب وہ واپس مدینہ پلٹے تو اپنی قوم سے اسلام کا
تذکرہ کیا اور ان کو اسلام کی طرف بلا یا پس ان
میں اسلام اس طرح پھیل گیا کہ انصار کے گھرانوں
میں سے کوئی ایسا گھر نہ تھا جس میں رسول اللہ
ﷺ کا ذکر خیر نہ ہو۔“

بیعت عقبہ سے پلٹنے والے انصار مدینہ نے دعوت کے کام کو بڑی عمدگی سے انجام دیا چنانچہ ان کی ہمہ گیر کوششوں کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ بہت جلد مدینہ کے ہر گھر میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر ہونے لگا۔ نقباء انصار اور دیگر مسلمانوں نے بھی فروغ دعوت میں بھرپور حصہ لیا۔ لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے حالات کے مطابق مختلف اسالیب دعوت اختیار کیے۔

ابن ہشام نے حضرت معاذ بن عمرو، جو کہ خود بیعت عقبہ میں شامل تھے، کی دعوتی سرگرمیوں کے حوالے سے ایک دلچسپ واقعہ ذکر کیا ہے۔ حضرت معاذ بن عمرو کے والد عمرو بن الجوح بنوسلمہ کے سردار تھے اور بت پرستی کے مرض میں مبتلا تھے۔ عرب میں چونکہ شرک کا اصلی مظہر بت ہی تھے، اس لیے صحابہ کرام نے قبول اسلام کے بعد سب سے پہلے راہ تو حید سے اسی سنگ گراں کو دور کیا۔

عرب میں دستور تھا کہ سرداران قبائل خاص اپنے لیے بت بناتے تھے اور ان کو گھروں میں رکھتے تھے چنانچہ اسی روایت کے مطابق عمرو بن الجوح نے لکڑی کا ایک بت بنا کر گھر میں رکھا ہوا تھا۔ جب نوجوانان بنوسلمہ یعنی حضرت معاذ بن جبل اور معاذ بن عمرو بن الجوح نے اسلام قبول کیا تو ان دونوں حضرات نے فیصلہ کیا کہ ایسا انداز اختیار کیا جائے کہ نہ صرف عمرو بن الجوح بلکہ تمام لوگوں پر بتوں کی بے بسی اور کمزوری عیاں ہو جائے۔ چنانچہ یہ لوگ رات کے وقت خفیہ طور پر آئے اور اس بت کو اٹھا کر بنی سلمہ کے ایسے گڑھے میں پھینک آئے جس میں لوگ گندگی وغیرہ پھینکتے تھے۔ عمرو بن الجوح صبح اٹھے، بت کو وہاں نہ پایا تو اس کی تلاش میں نکلے۔ اسے گندگی کے ایک ڈھیر پر پایا تو

دھوکہ اور پاک صاف کر کے خوشبو لگا کر یہ کہتے ہوئے اس کو اسی جگہ پر رکھ دیا کہ واللہ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کس نے تجھ سے ایسا کیا ہے تو میں اسے ضرور ذلیل کروں گا۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو ان پر جوش نوجوانوں نے بت کے ساتھ وہی سلوک دوبارہ کیا۔ اسی طرح جب یہ واقعہ پے در پے ہوا تو ایک دن عمرو بن الجوح نے بت کے گلے میں تلوار لٹکا دی اور کہا: واللہ! میں نہیں جانتا کہ کون تجھ سے یہ معاملہ کر رہا ہے اور تو بھی اسے دیکھ رہا ہے، اگر تجھ میں طاقت ہے تو خود اپنی حفاظت کر لے۔ یہ تلوار بھی تیرے ساتھ ہے۔

رات کو یہ لوگ حسب معمول آئے اور بت کو تلوار سمیت ایک مردہ کتے کے ساتھ باندھ کر گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ صبح عمرو بن الجوح نے بت کو اس بری حالت میں دیکھا، اور ان کی قوم کے وہ لوگ جو مسلمان ہو چکے تھے، انہوں نے بھی ان کو سمجھایا، ان پر حقیقت آشکارا ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (۶۷) پھر بت کی بے بسی پر اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اظہارِ شکر کے طور پر چند اشعار کہے جن کو ابن ہشام نے نقل کیا ہے۔ ☆

حوالہ جات

- (۴۷) الوثائق السياسية، ص: ۱۰
 (۴۸) ابن ہشام، العقبۃ الاولیٰ ومصعب بن عمیر ۱۲/۲۷۸-۲۸
 (۴۹) آرنلڈ، ٹی، ڈبلیو، ”دعوت اسلام“، ص: ۲۷، محلہ اوقاف، حکومت پنجاب، لاہور، ۱۹۷۲ء
 (۵۰) بیین مظہر صدیقی، پروفیسر، ”عہد نبوی کا نظام حکومت“، ص: ۹۴، الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار

☆ یہ اشعار حسب ذیل ہیں:

واللہ لو كنت الہا لم تكن انت و كلب وسط بئر فی قرن

اف لم لقاك الہا مستدن الان فتشناك عن سوء الغبن

الحمد للہ العلی ذی المنن الواہب الرزاق دیان الدین

هو الذی انقذنی من قبل ان اکون فی ظلمة قبر مرتھن

”اللہ کی قسم تو معبود ہوتا تو ایک گڑھے میں کتے کے ساتھ نہ پڑا رہتا۔ باوجود معبود ہونے کے تیرے اس طرح

پڑے رہنے پر تفسیر ہے اب تیرے متعلق رائے کی بدترین غلطی آشکارا ہو گئی ہے۔ ساری تعریف تو اللہ کے لیے

ہے جو احسانات والا، صاحب عطا، روزی دینے والا اور دین داروں کو جزاء دینے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس

نے قبر کے اندھیرے میں پھنسنے سے پہلے ہی مجھے (کفر و شرک سے) بچا لیا۔“

(ابن ہشام، قصہ عمرو بن الجوح ۲/۶۶-۶۷)

لاہور، ۱۹۹۵ء

- (۵۱) ابن ہشام، اول جمعہ اقيمت بالمدينه: ۴/۳۹-۵۰ اسد الغابہ، تذکرہ مصعب بن عمير، ۳۶۹/۴
- (۵۲) السهيلي، ابوالقاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ الروض الانفي، فصل في تجميع اصحاب رسول الله ﷺ الجمعة... ۲۷۰/۱
- (۵۳) ابن ہشام، بدأ اسلام الانصار، ۴/۴۲-۴۳ زاد المعاد، ۳/۴۵
- (۵۴) ابن ہشام، بدأ اسلام الانصار، ۴/۴۲
- (۵۵) المسند، حديث عباد بن صامت، ح: ۲۲۲۳۸، ۶/۳۱۱ ايضاً..... ح: ۲۲۱۹۴، ۶/۳۱۱-۳۳۲
- (۵۶) ابن ہشام، العقبة الاولى ومصعب بن عمير، ۴/۴۸
- (۵۷) زاد المعاد، ۳/۴۷ اسد الغابہ، تذکرہ مصعب بن عمير، ۳۶۹/۴
- (۵۸) صحيح بخاري، كتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبي واصحابه بالمدينة، ح: ۳۹۲۵، ص: ۶۶۴ ايضاً، كتاب التفسير، سورة سبوح اسم ربك الاعلى، ح: ۴۹۴۱، ص: ۸۸۲۔
- المسند، حديث البراء بن عازب، ح: ۱۸۰۴۱، ۵/۳۶۰
- (۵۹) ابن ہشام، امر العقبة الثانية، ۴/۵۶-۵۷
- (۶۰) المسند، مسند جابر بن عبد اللہ، ح: ۱۳۲۴۳، ۴/۹۲۷
- (۶۱) ابن سعد، ذكر العقبة العاشي عشر رجلاً.... ۳/۶۰۳
- (۶۲) البداية، ۳/۱۶۲۔ ابن سعد، ذكر العقبة الاخرة، ۳/۲۲۳
- (۶۳) اسد الغابہ، تذکرہ عبد اللہ بن رواحہ، ۳/۱۵۷
- (۶۴) ابن ہشام، اول جمعہ اقيمت بالمدينه، ۴/۴۸
- (۶۵) اسد الغابہ، تذکرہ رافع بن مالك بن عجلان، ۴/۱۵۷
- (۶۶) اسد الغابہ، تذکرہ رافع بن مالك بن عجلان، ۴/۱۵۷۔ زاد المعاد، ۳/۴۵
- (۶۷) ابن ہشام، قصه عمرو بن الجوح، ۴/۶۵-۶۶

(جاری)